پڑوسی دشمن

از (نواب) مرزا سجّاد علی خاں اختر
بی، اے - بی، ٹی (علیگڈھ)

پڑوسی دشمن

ہمارا فرض

یہ ظاہر ہے کہ خطرہ کے وقت انسان اپنے بچاؤ کی زیادہ سے زیادہ تدبیریں سوچتا ہے۔ حکومتوں کی جنگ اور ملکی لڑائیاں چاہے وہ ملک گیری کی ہوس میں برپا کی جائیں یا اقتصادی دنیا پر عالمگیر قبضہ جمانے کے لئے۔ بہر صورت وہ سب حکومتوں کے ذریعہ سے ملکوں کے باشندوں کیلئے ناقابل برداشت مصیبت ہوتی ہیں۔ کچھ زمانہ قبل جب دنیا موجودہ سائنس کی ترقیوں سے ناواقف تھی انسانی خونریزی کے لئے میدان محدود رہتے تھے۔ اگر کبھی جنگ ہوتی تو دو ملکوں کے درمیان یا زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کی مدد کے جذبہ میں گنتی کی دو ایک اور حکومتیں لڑنے والوں کی شریک ہو جاتیں۔ دنیا جتنا اخلاق، تمدن، معاشرت، علوم و فنون میں آگے بڑھتی گئی قتل و غارت کا بازار بھی سستا ہوتا گیا۔ ۱۹۱۴ء کی لڑائی نے دنیا کے لئے ایک عبرتناک نمونہ پیش کیا جو انسان کی تاریخ میں ناقابل مقابلہ حادثہ تصور کیا جاتا تھا۔ مگر موجودہ عالمگیر جنگ نے ابتدائے آفرینش سے ۱۹۳۹ء تک ہر سہا برس کا ریکارڈ توڑ دیا۔ آج انسان کے خون کی عام ارزانی قابل افسوس ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں سے

ماتم کی صدائیں نہ بلند ہو رہی ہوں - ظاہری اور عارضی فتوحات حاصل کرنیوالی
مستقبل سے ناآشنا قوموں میں بھی ایسے کم خاندان ہونگے جو کسی نہ کسی پہلو خون کے
آنسو نہ رو رہے ہوں "جز" میدان حرب و ضرب کا گھائل لیکن "کل" ضروریات زندگی
کی نایابی کا شکار اور افکار و حوادث کے تیروں کا نشانہ ہے۔ آج وہ دن ہے جب
ہر شخص اور ہر گروہ اس جنگ عظیم کی مصیبتوں میں مبتلا ہے اور اس سے بچاؤ کی فکر
میں ہے۔ اب جبکہ دوستوں کی جانفشانیاں، دشمنوں کی تباہ کن چالیں انسانیت کے
بچانے سے ناپی جا رہی ہیں۔ فرزندان وطن کا فرض بھی ہے کہ وہ انکی بچاؤ اور اسکے
ذریعہ سے اپنے ذاتی بچاؤ کی تدبیریں سوچیں۔ یورپ کی جنگ ہندوستان کیلئے
کسی حد تک براہ راست ایسی تباہ کن نہیں سمجھی جا سکتی تھی لیکن مشرق میں واقع
ہونیوالے پیہم خونریز واقعات اور اس میں نئے دشمن کی سرگرمیاں ہندوستان کیلئے تازیانہ ہیں
مندرجہ بالا امور کی وضاحت کا جہاں تک تعلق ہے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ
کہے جانے والے دشمن کو دشمن سمجھنے میں اُسکے طرز معاشرت، اُسکی طرز زندگی، طرز حکومت
مذہبی عقیدہ اور اُسکے دوسرے طور و طریق کا گہرا مطالعہ کریں۔ اس سے پہلے کہ
ان سب باتوں پر غور کیا جائے پہلے دوست یا دشمن ہمسایہ کا نام جاننا چاہیئے اور
یہ طے کرنا چاہیئے کہ واقعی جس کا نام لیا جاتا ہے وہ دشمن پکارا جا سکتا ہے۔ انہیں پھر
اُسکے پچھلے کارناموں سے اور اُسکی موجودہ جد و جہد سے نتیجہ نکالنا چاہیئے تاکہ اگر وہ
حقیقتاً دشمن ہے تو ہر پہلو سے اُس کی دشمنی اور ظلم سے بچنے کی تدبیریں سوچی جائیں
اور اُسکے حملوں کا کماحقہ دفاع کیا جائے۔ فی الحال یہ فرض کر لیجیئے کہ وہ دشمن
جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے "جاپان" ہے۔ اب چاہیئے کہ دلائل کی روشنی میں

بلا تعصب اس فرض کی ہوئی بات کو ثبوت کی کسوٹی پر کسا جائے۔ کھوٹے اور کھرے کا فرق خود ظاہر ہو جائے گا۔

جاپان کا ناپاک مقصد

جاپان مشرقی ممالک کو مٹانے میں سرگرم عمل ہے۔ اسلئے کیا مشرق کے بچاؤ کیلئے جاپان سے دفاعی جنگ جو امن پسند قومیں جمہوری طاقتوں کے ہمراہ ظالم قوموں کے خلاف برپا کئے ہیں جہاد اعظم نہیں کہی جا سکتی؟ دنیا خوب دیکھ رہی ہے کہ جاپان اور اسکے ساتھی ہر شخصی مقصد کو اپنی حکومت کے مفاد پر قربان کرنا چاہتے ہیں اور یہ مفاد انکے خیال سے صرف اسی میں ہے کہ کمزور پڑوسیوں کو کچل دیا جائے اور تمام مشرقی ممالک پر مالکانہ قبضہ کیا جائے۔ جاپان کا دیوتا "حصول دنیا" اور اسکا سیاسی مذہب "غرض" ہے۔ جاپانی سیاست کے ماہرین کہتے ہیں کہ اس "غرض" کے سامنے تمام دوسرے اصول اور اخلاقی و مذہبی عقائد ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ جاپان اپنی "غرض" پوری کرنے کیلئے ہر حربہ کا استعمال جائز سمجھتا ہے۔ وہ مادی ہتھیاروں، گولوں، توپوں اور ہوائی جہازوں کی ناجائز قوت سے تمام مشرقی دنیا کو زیر نگین کرنا چاہتا ہے۔ اسکی نگاہوں میں جاپان کا سب سے بڑا حق "طاقت" ہے اور دنیا کی تمام نعمتوں کا دعویدار صرف طاقت الٰہی ہے۔ کیا پیارے وطن کا کوئی غیور فرد ان مقصد کو "ناپاک مقاصد" کہے بغیر رہ سکتا ہے اور کیا وہ ان ناپاک مقصدوں کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے وحشیانہ نظام کو قبول کر سکتا ہے؟

ایک عجوبہ کھلونا

"حصول دنیا" "غرض" اور "طاقت" کے علاوہ جاپانیوں کی سیاسی اور

معاشرتی لغت میں ایک اور بے معنی دو لفظی جملہ ہے جس کو سنتے سنتے کان اور پڑھتے پڑھتے آنکھیں تھک گئیں۔ وہ بے معنی اور دو لفظی جملہ ہے "نظام نو"۔ یہ نظام نو آج کی سرکش قوموں کا وہ آفتاب ہے جو بیک وقت مشرق اور مغرب دونوں میں چمک رہا ہے۔ مشرق میں اسکی روشنی جاپان اور مغرب میں نازی جرمنی پر غالب ہے۔ مشرق میں جاپانیوں کے عمال حکومت کا یہ اعلان ہے کہ یہ نیا نظام باہمی خوشحالی اعتمادی سیاسی مساوات اور عمرانی ترقی کا ایک عالمگیر حلقہ ہوگا جس کے دائرہ میں تمام مشرقی قومیں امن و امان کی زندگی بسر کریں گی۔ اس نئے ڈھکوسلے یعنی "نئے مشرقی نظام" کی باگ ڈور جاپانیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور پھر تمام ایشیا میں "سلامتی" کے سُریلے نغمے اور "امن و امان" کے پرکیف راگ گونجنے لگیں گے۔

امن پسند چینیوں پر قاتلانہ حملہ

اس "نظام نو" کے خوش آہنگ ساز کا پہلا پردہ چھیڑ لیجئے۔ دیکھئے کسی نغمہ کی دلکش آواز نکلتی ہے یا نوحہ ماتم کی درد آمیز صدا۔ نتیجے کے معلوم کرنے کیلئے فی الحال قابل سماعت ہے وہ راگ جو مظلوم چینیوں کے ساز دل اور ظالم جاپانیوں کے "نظام نو" کی آہنی مضراب کی چھیڑ چھاڑ سے بلند ہو رہا ہے۔

کیا یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل ہوگا کہ چین کی جنگ انصاف پر مبنی ہے یا محض ظلم پر۔ "نظام نو" اور چینیوں کیخلاف اعلان جنگ کے "معصومانہ" وجوہ کا مقابلہ فیصلہ کو آسان کر دیگا۔ وجوہ یہ ہیں:-

(۱) جاپان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک بہت بڑی سلطنت قائم کر کے دنیا کی دوسری بڑی طاقتوں میں اپنی جگہ بنائے۔

(۲) دنیا میں جاپانی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ امریکہ، آسٹریلیا

اور نیوزی لینڈ میں جاپانیوں کو بود و باش اختیار کرنے کی سخت ممانعت کر دی گئی ہے اسلئے اُسے اب چین میں جگہ تلاش کرنا ہے۔

(۳) جاپان کیلئے کچے مال کی خاص طور سے لوہے کی اور اسکے علاوہ تیار شدہ مال کیلئے بازار کی ضرورت ہے۔ چین ہی اسکے لئے موزوں جگہ ہے۔

(۴) چین جاپان کا پڑوسی ہے وہاں کمیونزم پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ جاپان کو ضرورت ہے کہ وہ چین کو اپنی حفاظت میں لیکر اس خطرہ کو روکے۔

ان چار وجوہ کی بنا پر چین اور جاپان کی موجودہ جنگ کو چھڑے ہوئے پانچ سال ہو چکے لیکن غیور چینیوں کے عزم و استقلال خود اعتمادی اور جوش مدافعت کے پیہم مظاہروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن کے مقاصد پورے نہ ہو سکیں گے۔ اُسکا یہ مقصد کبھی پورا نہیں ہو سکے گا کہ ایک آزاد قوم کی حریت کو سلب کر کے اُسکے اقتصادی اور سیاسی پالیسی کو اپنے ہاتھ میں رکھے اور بلا شرکت غیرے چین کے وسیع معدنی اور زراعتی ذخیروں سے فائدہ اُٹھائے اور اُسکے قدرتی وسائل سے طاقت جبروت کے ایسے ذرائع پیدا کرے جن سے مشرق کے دوسرے ممالک کو بھی "نئے نظام" کی آڑ میں ظلم کا مستقل نشانہ بنائے رکھے۔ واضح ہو کہ پانچ سال کی مدت میں جاپان نے چینیوں پر ظلم کی کوئی انتہا نہ رکھی۔ زہریلی گیس کو کام میں لا کر ہزارہا چینی مرد اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے لیکن نتیجہ مظلوم کے موافق ہونا چاہیئے اور ضرور موافق ہوگا کیونکہ ملایا، بورنیو، فلپائن، نیوگنی اور سنگاپور کے غیر مسلح بے بس انسانوں کی آہیں بھی معصوم مظلوم چینیوں کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جاپانیوں کے مظالم سے مشرق بعید کی قدیم تہذیب و تمدن چیخ اُٹھی ہے جس کا خمیازہ اُس کو ضرور بھگتنا پڑے گا۔

۶

جاپان کے مذہبی عقائد

اس کے علاوہ دوسری باتوں کو "مذہب" کی روشنی میں بھی دیکھنا ضروری ہے۔ یہ مانا کہ اس ترقی کی دنیا نے مذہب کو محض ڈھکوسلا مانا ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ سیاسیات میں "مذہب" کا لگاؤ بالکل کم ہو گیا ہے لیکن یہ خیال صرف مغرب تک محدود ہے اور مشرق کا ابھی تک مذہب ہی پر دار و مدار ہے اسی لئے مشرقی ممالک کی قومیں اپنے ہمسایہ قوموں کے مذاہب کا بہت زیادہ مطالعہ کرتی رہتی ہیں اور برابر یہ دیکھتی رہتی ہیں کہ انکے مختلف مذاہب کس حد تک ایک دوسرے کیلئے قابل قبول ہیں۔ یہاں کے لوگ ایک دوسرے کے اعتقادات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اور مذہب ہی کی روشنی میں ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چونکہ مذہب کے وسیع اختلافات و تنازعات قوموں کے لئے ایک مستقل عذاب ہوتے ہیں لہذا پڑوسی جاپانیوں کے اعتقادات مذہبی پر روشنی ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ ایشیا کے دوسرے ممالک انکے اعتقادات کو قابل قبول سمجھتے ہیں یا نہیں تاکہ "نئے نظام" "مشرقی آزادی" جیسے تقل جاپانی اعلانات پر گہری نظریں ڈالنے کا موقع مل سکے۔

"ڈاکٹر ماسا ہارو آنے ساکی" پروفیسر ٹوکیو یونیورسٹی ایک جگہ جاپان کے مذہب کی بحث چھیڑتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جاپان کے مذہبی عقائد رفتار زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں ۱۸۶۸ء کے زمانہ تنزل ۱۹۲۳ء کے مصیبتناک زلزلے اسکے تباہ کن نتائج اور ۱۹۳۲ء کے ارتقائی جھونکوں نے اخلاقی اور تمدنی حلقوں پر

روحانی جذبات سے زیادہ انسانی عقل کو غالب کردیا"

اس عقیدے سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی مذہب مضبوط اور منضبط مذہبی اصولوں سے بیباکانہ طور پر آزاد ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے ۔

شنٹو

جس طرح ہندوستان میں ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی مختلف مذہبی گروہ ہیں اسی طرح جاپان میں بھی "شنٹو"، "کنفیوشن"، "بدھ" اور "عیسائی" مذہب کے مختلف گروہ ہیں۔ مسلمان بھی ہیں لیکن مشکل سے ایک فیصدی ۔ ہندوستان کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جاپان کا مذہب بودھ ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے ہندوؤں سے زیادہ ملتا جلتا ہے ۔ بودھ مذہب کی ذیل میں تفصیلات اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ جاپان کا بودھ مذہب وید اور شاستروں کے دھرم اور گیتا اپدیش سے کہیں زیادہ الگ ہے کیونکہ ڈاکٹر مساہارو کے کہنے کے مطابق اسمیں دنیا کی پرستش اور غرض کی پوجا ہے ۔ جاپانی بدھ مذہب والوں کیلئے دنیا اور آخرت دونوں کا فیصلہ انسان ہی کے ہاتھوں اسی سرزمین پر ہوتا ہے اور ہندو ویدوں کیلئے آکاش اور پرتھوی میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ سورگ و نرکھ کرم و دھرم کے بغیر انسان انسانیت کے حلقہ میں شمار ہی نہیں کیا جا سکتا ۔ مسلمانوں اور جاپانیوں کے اعتقادات میں بہت بڑا فرق ہے ۔ ان دونوں میں اعتقادی اختلاف ایک بڑی اور گہری درمیانی خلیج بناتا ہے ۔ جاپانی اعلانات نے اور شنٹو جیسے آزاد خیال جاپانیوں نے اکثر مسلمانوں سے اور مذہب اسلام سے نفرت ظاہر کی ہے ۔ ممکن ہے کہ اسکا ایک یہ بھی سبب ہو کہ اسلام ایسے وسیع مذہب کا کوئی بڑا مشن سرزمین جاپان پر نہ پہونچ سکا ہو ۔ بہرحال یہ اکثر و بیشتر ظاہر ہوتا رہا ہے کہ اسلام اور مذہب جاپان دوش بدوش

عالمِ وجود میں گزارا نہیں کر سکتے - اس خیال کو مندرجہ ذیل جاپانی اخباری رائے کی روشنی میں زیادہ سمجھا جا سکتا ہے - اخبار مذکور کہتا ہے :-

"اس سرزمین (جاپان) پر لاتعداد دیوتا ہیں جو مثل جگنو کے چمکتے ہیں اور بے شمار برے کش یعنی بری روحیں ہیں جو مکھیوں کی طرح بھنکتی رہتی ہیں - بہت سے درخت اور چھوٹے پودے بھی ہیں جن میں مثل انسان کے کلام کرنے کی قوت ہے اور جو بڑی آزادی سے بات چیت کرتے ہیں"... "وہ خدا جس نے اس ملک (جاپان) کو بنایا وہ حکومت جاپان کی ترتیب دینے کیلئے خاص طور پر آسمانوں سے زمین پر آیا - یہ وہ زمانہ تھا جب عالم ارواح اور عالم ایجاد الگ الگ کئے گئے - اور درختوں نے بول بول کر بہت سی پوشیدہ باتوں کو دنیا والوں پر ظاہر کیا"

"خدا حکومت جاپان کی ترتیب دینے کیلئے خاص طور پر آسمانوں سے زمین پر آیا" اس اعتقاد پر شنٹو مذہب کی بنیاد ہے - کہا جاتا ہے کہ شنٹو کی جدت ہے جس جدت کا تعلق موجودہ اخلاقی اور سیاسی اداروں سے ہے شروع شروع میں یہ ایجاد بالکل بے معنی اور بے اثر تھی اور اسکی روشنی سے چمکنے والے مذہب میں کوئی مخصوص کشش نہ تھی لیکن چونکہ اسکے پیرو قومی اتحاد اور سماجی برائیوں کے سدھار میں مسلسل منہمک رہے اسلئے انکی تبلیغ نے بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کر لی شنٹو کا مذہبی کلمہ "تخت، بادشاہ اور حکومت ہے"! اس مسلک کے جاپانیوں کا خدا اُن کا شہنشاہ دنیوی ہے اور اُنکے مذہب کا مرکز تخت و تاج ہے - تخت کے متعلق تمام روحانی تخیلات اُسکا دیوتاؤں سے رشتہ اور قومی بہادروں سے تعلق اُس پر آباؤ اجداد کی متبرک روحوں کے سایہ کا فلسفہ شنٹو مسلک کے الہامی درس ہیں شنٹو جاپانی صرف تخت کے سامنے جھکتا ہے اور کوئی دوسری نادیدہ قوت اُسکے لئے ایسی نہیں جس کو وہ سجدہ کرے یا جسکا بندہ ہونیکا اعلان کرے۔

کنفیوشن

عام لوگوں سے ہٹکر طالبعلموں اور قانون دانوں کا ایک حلقہ ہے جو زیادہ مذہبی اثر تو نہیں کہا جا سکتا کنفیوشن کا فلسفہ متذکرہ بالا دونوں گروہوں میں رائج ہے۔ فلسفہ شنٹو فلسفہ سے کچھ الگ ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ اس مسلک کی تعلیم کافی عملی اور زیادہ موثر ہے۔ یہ گروہ بھی دیوتاؤں کی پوجا سے نفرت کرتا ہے اور اسکے نزدیک صرف وہی انسان مکمل انسان ہے جو اپنے کو خدا کا نیک بندہ بنانے کے بجائے سوسائٹی کا مفید ممبر بنانے کی کوشش کرتا ہو کنفیوشن کا فرض یہ ہے کہ وہ بگڑے ہوئے جاپانیوں کے اخلاق کو درست کرے۔

بودھ مت (مذہب)

ان دو مذہبوں کے علاوہ جاپان والوں کا تیسرا مذہب بودھ مذہب ہے لیکن واضح ہو کہ جاپانیوں کا "بدھ مذہب" اور اصل بدھ مذہب میں زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ جہاں اور جس وقت جاپانیوں کو اصول مذہب بدلنے کی ضرورت محسوس ہوئی انھوں نے بلا تامل انکو ضروریات زندگی کے مطابق تبدیل کر لیا۔ اصل بودھ مذہب کے بیش قیمت سبق دُنیا کے مذہبوں کی تاریخ میں سُنہری حرفوں سے لکھے ہوئے ہیں لیکن جاپانیوں نے اس مذہب کو ایسا تبدیل کیا ہے کہ اپنی جگہ نام کو مذہب تو ہے لیکن مذاہب کے فلسفے سے اتنا دُور ہے کہ کسی مذہب کے حلقہ میں نہیں لایا جا سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ مہاتما بدھ نے لوگوں کو بتایا ہے کہ "یگیہ۔ قربانی۔ بے فائدہ ہے۔ ان سے انسان کے گناہوں کی تلافی ناممکن ہے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ انسان نفسانی جذبات و خواہشات کو ترک کر کے پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کرے۔ اور دنیا میں اسطرح رہے کہ دنیوی رنج و راحت اسکے لئے بے حقیقت بن جائیں۔ مہاتما بدھ نے اپنی تعلیم میں

خدا کی ہستی کو بتاتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان سزا اور جزا اپنے اعمال یا کرموں کے مطابق بھگتتا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ جبتک انسان مکتی (نجات) حاصل نہ کرلے جنم مرن کے پھندے سے اسکی خلاصی نہ ہوگی۔ اور اس پر بھی زور دیا ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ جہاں انسان کیلئے نفسانی خواہشات زہر کا اثر رکھتی ہیں"۔

یہ تھا وہ سچا مذہب جو بھارت درش کے مگدھ دیش سے سورج کی کرنوں کی طرح چلا اور مقبول عام ہوکر چمکا اور ہر شکل میں چاہے وہ مہایانہ ہو یا ہنیانہ اپنی کشش سے دنیا کو اپنے میں جذب کرتا رہا۔ برعکس اسکے جاپان کا بودھ مذہب ہے جس میں نہ گناہوں کا وجود نہ ان سے تلافی کی ضرورت ہے۔ وہاں نفسانی جذبات اور خواہشات کی فراوانی ہے۔ دنیا ہی ان کی رنج و خوشی کا مرکز ہے۔ کرم اور نہ انکی سزا و جزا انکے نزدیک ایک بے حقیقت و بے معنی بکواس ہے۔ انکے نزدیک دنیا ہی سکھوں کا گھر ہے۔ مکتی یا مرن و جنم کا مسئلہ ہیچ ہے۔ غرض جاپانیوں کا بدھ مذہب یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی دھارا سے سچا ہوا تو ہے نہیں ہاں ٹوکیو اور یوکوہاما کی سمندری پون سے پروان چڑھ گیا ہو تو کوئی عجب نہیں۔ جاپانی بدھ مذہب کے بارے میں ایک مشہور جاپانی کہتا ہے :-

"بدھ مذہب جو چین اور وسط ایشیا کے دوسرے حصوں میں پھیلا۔ جاپانیوں نے پہلے اپنی مذہبی پیاس بجھانے کیلئے قبول کیا لیکن جب ضروریات زمانہ نے لوگوں کے مذہبی تخیلات میں وسعت دی اور رازہائے سربستہ کے معلوم کرنے میں اعانت کی تو جاپانیوں نے اپنے بدھ مذہب کی بدعتوں کو معتدل بنایا تاکہ اسکی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہو۔ اس اعتدال کے بعد اس مذہب نے خوب زور پکڑا اور تمام ذی عقل جاپانیوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا"

اس بات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ موجودہ بدھ مذہب جو جاپان میں رائج ہے مہاتما بودھ کا رواج دیا ہوا نہیں بلکہ جاپانیوں کی ذاتی من گھڑت ہے۔ جس کے خطرات سے سرزمین ہند اور بالخصوص بہار کے پاک خطوں کو آگاہ ہونا چاہیئے۔

اس مسئلہ میں ایک امر اور ہے جو قابل بیان ہے وہ یہ ہے کہ تمام مذہبی اداروں پر حکومت وقت کی حکمرانی ہے اُن کے مذہبی قانون کی ترتیب پر گورنمنٹ کنٹرول ہے جسکے لئے سچے اور پکے بدھ مذہب کے عقیدائیوں نے بڑی بڑی خونریز خانہ جنگیاں کیں لیکن حق اور ایمان کے حامی آخرش باغی قرار دیے گئے اور اُنکو بڑی بڑی عبرتناک سزائیں دی گئیں۔

مذہب عیسوی

جاپان کے لوگ عیسائی بھی ہوتے ہیں۔ انکے متعلق اور عیسوی مذہب پر انکے اعتقاد کے متعلق ٹالسٹوین مُشاکوجی کی کتاب "نیا مذہب" میں بہت سی قابل توجہ باتیں موجود ہیں۔ واعظ مُشاکوجی کہتا ہے:-

"میں بنی نوع انسان پر بغیر حضرت عیسیٰ کے نظر ہی نہیں ڈال سکتا۔ میرے لئے اس سے زیادہ باعث تسکین اور کوئی شئے نہیں کہ عیسیٰ اور مہاتما بدھ میرے سامنے ہوں میں بلا اُنکا تصور کئے ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا.... میں یہاں تنہا ہوں لیکن سن رہا ہوں کہ عیسیٰ اور بُدھ میں باتیں ہو رہی ہیں ...... اے عیسیٰ مجھ میں کیسی قوت آجاتی ہے جب میں تیری مدح و ثنا کرتا ہوں افسوس کہ میں ابھی اُس منزل تک نہیں پہونچا کہ تجھ سے باتیں کر سکوں۔ لیکن ایک دن ضرور آئیگا جب مجھے تیرا دیدار نصیب ہوگا اور میں تجھ سے باہوا جہہ گفتگو کروں گا۔"

کہاں پختہ اور مضبوط اعتقاد اور کہاں آجکل کے عیسائی جاپانیوں کا مذہب جس میں دنیا کی تبدیلیوں کے ساتھ بلحاظ وقت و موقع تبدیلیاں ہوتی جاتی ہیں۔ گرجوں کی تہذیب سے روحانیت نکل چکی ہے۔ دعاؤں کی عبارتوں میں حضرت عیسیٰ کی جگہ جاپانی رہنماؤں کے تذکرے داخل ہو گئے ہیں صلیبی نشانوں کی جگہ جاپانی قومی نشانوں نے لے لی ہے۔ جاپان کے وہ مشنری جواب بھی گرجوں میں پیش پیش رہ کر عیسائیت کی حمایت کرتے ہیں ملکی اور قومی مسائل پر مذہب کو ترجیح نہیں دیتے۔ اُنکے لئے بھی سیاست مذہب سے زیادہ قیمتی ہے۔ سچائی اور ایمان جو گرجوں کا عنوان تھی سے جاپانی عیسائیوں میں مفقود ہے۔ دعاؤں اور نمازوں کے مواقع پر بھی جاپانی اپنے قومی اطوار تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ جاپان کے عیسائیوں میں آپس میں بڑا نفاق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اکثر مقامات پر موجودہ تہذیب اور معاشرت کا نام عیسائیت رکھ لیا گیا ہے۔ اور اب تمام جاپان میں مذہب کی پرابلم جاپانی سوسائٹی پر ایک طرح کا بار ہوتی جاتی ہے۔ اس سے متعجب نہ ہونا چاہیئے کہ آجکل سوشلزم اور عیسائیت میں بھی خاصی کشمکش ہے جس کا ہر گھر میں چرچا ہے۔

عام عادات و اطوار

مذہب کے علاوہ جاپانیوں کے عادات و اطوار بھی مختلف اور دوسری مشرقی قوموں سے علیحدہ ہوتے ہیں وہ صرف اپنے ملک اور اپنی قوم سے محبت کرنا جانتے ہیں دوسروں سے اُنکو ایک طرح کی نفرت ہے جس کو وہ چاہتے ظاہر نہ کریں۔ اُن کا ظاہر اُنکے باطن سے بالکل علیحدہ ہوتا ہے۔ ایک مسکرانے والے جاپانی کی مسکراہٹ دیکھ کر یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ خوش ہے یا ناخوش۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو شخص کرایہ مسکرا کر بات کرتے ہیں وہ

بڑے سنگدل اور سیاہ قلب ہوتے ہیں اُنکے دلوں میں رحم کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ بڑے خودغرض ہوتے ہیں۔ جن باتوں سے اُنکے اغراض وابستہ ہونگے وہ ہی اُنکے لیے باعث کشش ہوں گے۔ وہ وقت اور موقع پر نہایت آزادی سے جھوٹ بولتے ہیں مسٹر اساما ایک جاپانی سیاح تھے جن کو حکومت جاپان نے علم طبابت حاصل کرنے کیلئے یورپ بھیجا تھا۔ وہ خود اقبال کرتے ہیں کہ اکثر و بیشتر وہ جھوٹ سے کام لیا کرتے تھے ایک مرتبہ کسی انگریز کے سامنے اتفاقاً اُنھوں نے انگلستان کی آب ہوا کو بُرا کہا۔ انگریز کی تیوریوں پر بل آتے دیکھ کر مسٹر اساما نے کہا "آپ کے ملک کی آب ہوا نہایت خوشگوار اور آپ کے ملک کے رہنے والے نہایت پُر تپاک اور پُر خلوص جذبۂ مہماں نوازی رکھنے والے ہوتے ہیں" ان ہی اساما کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک مدت بعد انگلستان میں انکے رویہ سے یہ معلوم ہوا کہ وہ سوائے اپنی قوم والوں کی صحبت کے اور اپنی زبان بولنے کے دوسری قوم والوں کے ساتھ نشست و برخاست یا اُن سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے اسی لئے زیادہ تر وہ اپنے وطن والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان عادات و اطوار کے متعلق مسٹر بنرجی نے اپنے جاپان کے سفرنامہ میں بہت کچھ روشنی ڈالی ہے۔ مسٹر بنرجی موصوف ۱۹۲۵ء میں کلکتہ سے ٹوکیو اس غرض سے تشریف لے گئے تھے کہ وہاں ادویات تیار کرنا اور کیمیاوی طریقوں کو حاصل کرنا سیکھیں۔ وہ ایک طبیب تھے۔ انھوں نے جاپان میں کئی سال گزارے۔ اس مدت میں جاپانیوں کے متعلق جو تلخ تجربہ اُن کو ہوا وہ اُنکا سفرنامہ پڑھنے ہی سے واضح ہو سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

"جاپانی کسی دوسری قوم کے لوگوں کو بڑھتے یا ترقی کرتے نہیں دیکھ سکتے۔ اُنکو ہندوستانیوں سے دلی عداوت بلکہ نفرت ہے۔ مجھ سے اکثر لوگ ملتے ہیں

باہیں اُن میں سے اکثر لوگوں سے ملا جُلا ہوں مگر وہ صفائی قلب سے مجھ سے گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی طرز گفتگو سے نفرت ٹپکتی ہے جو میرے لئے کئی بار یہاں تک باعث تکلیف ہوئی کہ میں نے جاپان فوراً چھوڑ دینے کا عہد کر لیا مگر افسوس کہ میری تعلیم ختم نہ ہوئی تھی۔ وہ مجھے میرے اسباق بتانے میں اکثر و بیشتر کھلی ہوئی کمی کرتے تھے اور اُن کا ہر طریقہ بتاتا تھا کہ وہ مجھے کچھ بھی بتانا نہیں چاہتے۔ وہ خود بڑے محنتی ہوتے ہیں۔ کوئی جاپانی بیس گھنٹے روزانہ سے کم کام نہیں کرتا۔ اُن کو دولت سمیٹنے کی ہوس ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے روپیہ بٹورتے ہیں۔ وہ اپنوں کے لئے بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ چائے سے خاطر کرنا عام ہے۔ اُن کی خود غرضی ضرب المثل ہے۔ میں نے جب کبھی کسی ہندوستانی ایجاد یا مہم کا ذکر کیا اُنھوں نے بڑی دلچسپی سے سُنا لیکن جب میں نے اپنے لئے کسی معلومات کے بہم پہونچانے کی کوشش کی تو اُنھوں نے طوطے کی طرح نظریں پھیر لیں اُنکا موجودہ تہذیب و تمدن مغربی ممالک کا ممنون احسان ہے۔ اُنھوں نے انگریزوں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اب بھی لوگ اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے انگلستان ہی بھیجتے ہیں .... میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جاپانیوں کا ظاہر پاک و پاکیزہ ہے لیکن اُن کا باطن نہایت خطرناک اور تاریک ہے"۔

جاپان کی شہنشاہیت پرستی کا آئینہ
اور
"آزادی" و "نظامِ نو" کی تصویریں

اس باب میں تیسری تنقیح پر روشنی ڈالی جائیگی تاکہ سیاسی مسائل بھی آئینہ کیطرح روشن ہو جائیں اور پڑوسی دشمن کے ملکی و قومی اعتقادات کافی طور پر ظاہر ہو جائیں۔ تاکہ مشرقی ممالک اور اُن کے باشندوں کو اپنے ملکی و قومی جذبات سے اُنکا مقابلہ کرنے اور نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی ہو۔

جاپانی اپنی حکومت کو جموٹینو کے عہد یعنی ۶۶۰ سنہ برس قبل حضرت مسیح کے زمانہ سے شمار کرتے ہیں اور حکومت کی اس پیرانہ سالی پر فخر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شہنشاہ جموٹینو شمشی دیوتا کے خاندان سے تھا۔ ۵۵۲ء میں بدھ مذہب جاپان میں پہونچا ۶۴۶ء میں ملک کی حکومت کا خاکہ چینی طرز حکومت پر تیار کیا گیا اور اُسی کا اجرا ہوا چنانچہ ازابتدائے تاریخ جاپان کی عنان حکومت ایک ہی شاہی خاندان کے قبضۂ قدرت میں رہی۔ اول اول شہنشاہ کے ہمراہ اُسکی اعانت کے لئے شاہی دربار کے امرا ور دسار کا دور دورہ رہا۔ جسکے بعد فیوجی وارا خاندان برسر اقتدار آیا اور آخر میں اس اعانتی منصب پر فوجی گروہ نے اپنا دبدبہ قائم کیا۔ جو آجتک برقرار ہے۔ اس طرز حکومت کو ڈول گورنمنٹ (دوہری حکومت) کہا جاتا ہے۔ ایک عرصہ ہوا کہ درمیان میں صرف دو سال کیلئے شہنشاہ جاپان پر خاص ذاتی اثر ڈالکر "گوڈیو گونا" نامی شخص نے حکومت پر اپنے نام کا جھنڈا لہرایا۔

اس (دوہری) حکومت یعنی ایک جانب شہنشاہ دوسری طرف مقتدر افراد کی

حکومتی مسائل میں دخل اندازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر شہنشاہ تخت سے اُتارے گئے بعض نکالے گئے اور بعض پایۂ تخت سے شہر بدر کیے گئے۔

جاپانیوں کی پُرانی شہنشاہیت پرستی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ کسی ایسے دربار کے رئیس یا فوجی افسر نے جو اقتدار کے انتہائی مدارج طے کر چکا ہو اور جس کو تمام قوتیں حاصل ہو چکی ہوں اس کی کبھی جرأت نہیں کی کہ تاج شہنشاہی اپنے سر پر رکھ لیا ہو اور خود فرمانروائے جاپان بن بیٹھا ہو۔

آج کے تعلیم یافتہ آزادی کو عزیز رکھنے والے اور نظام نو کا بالاعلان ڈھنڈورا پیٹنے والے جاپانی بھی یہ یقین کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کامل رکھتے ہیں کہ اُن کا بادشاہ آسمانوں کے دیوتاؤں کا ڈائرکٹ ڈسنڈنٹ ہے یعنی دیوتاؤں کے خاندان سے براہ راست تعلق رکھتا ہے اور زمین پر اپنے آباؤ اجداد دیوتاؤں کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ بادشاہ "کل طاقت" اور "کل عقل" ہے جس کی بادشاہت ازل سے چلی آئی ہے اور تا قیام قیامت بلا کسی رخنہ کے قائم رہے گی اور آسمانی دیوتاؤں کے نسل ہی کے لوگ اس بادشاہت پر حکمران رہیں گے۔ ان بادشاہوں کی عقل کی آنکھیں تمام دنیا کو دیکھتی ہیں جو دیوتاؤں کی صفت ہے اور اسی وجہ سے انکی حکومت میں دنیا کے اختتام تک کبھی بھی زوال نہ ہوگا۔ جاپان کی تمام تر ترقیاں ان ہی دیوتاؤں کی اولاد یعنی جاپان کے روحانی بادشاہوں کے رحم و کرم کا نتیجہ ہیں۔ زمانہ حال کے بڑے بڑے سیاست داں، سیاسی رہنماؤں، کیبنٹ کے ممبروں فوج کے بڑے بڑے جنرلوں کا پکا عقیدہ ہے جس کا وہ اعلان بھی کرتے رہتے ہیں کہ عیسائی دنیا میں کسی نے بھی دیوتاؤں سے ایسے خلوص کا اظہار نہ کیا ہوگا جیسا کہ ہم جاپانی اپنے خداوند رب جلیل بادشاہ کے اوصاف حمیدہ اُس کے آسمانی اثرات اور

اُس کی الہامی خوبیوں پر خانگی امور میں کونسلوں میں، لڑائی کے میدانوں میں فخر کرتے
اور اُن پر صرف اعتماد کرتے رہتے ہیں بلکہ اُن پر ایمان بھی رکھتے ہیں ۔

یہ بات دنیا کی بیدار قوموں پر آفتاب کی طرح روشن ہے اور جاپانیوں کی شہنشاہیت
پسندی بلکہ شہنشاہیت پرستی سے دنیا کے وسیع النظر لوگ خوب واقف ہیں مسٹر جے۔ اِنچ
لانگ فورڈ اسی ذیل میں فرماتے ہیں :-

"شہنشاہ سے ایسی وفاداری جو اُس کی پرستش اور پوجا کی حد تک شمار
کی جائے نہ صرف آئین حکومت میں داخل ہے بلکہ اسی وفاداری اور پرستش پر
جاپانیوں کے ایمان اور مذہب کی مضبوط بنیاد قائم ہے ۔ اور یہ اعتقاد شنٹو
کے وقت سے آج تک کارفرما ہے ۔ اس ترقی کے زمانے میں بڑے سے بڑے
سوشلسٹ جاپانی تخت و تاج کی جائز مخالفت میں زور سے کیا چپکے سے بھی
ایک لفظ ادا نہیں کر سکتے ۔ ایسا کرنے سے وہ اپنے کو ہر ایک بڑا ملکی، مذہبی
اور اخلاقی مجرم سمجھتے ہیں ۔"

اسی خیال پر روشنی ڈالتے ہوئے مسٹر چیمبرلین نے بھی اپنی رائے کا یوں اظہار فرمایا ہے کہ :-

"زمانہ ابتدائے عالم ایجاد تا ایں دم کسی ذی ہوش اور مقتدر قوم نے اپنے
بادشاہ کی ایسی پرخلوص اور غلامانہ پرستش نہیں کی جیسی جاپانیوں نے گو کہ
بادشاہ تخت سے اتار دیے گئے ۔ قتل کیے گئے اور شہر بدر کیے گئے مگر
شہنشاہیت کی پوجا میں شمہ برابر بھی فرق نہ آیا ۔"

دنیا کے دوسرے محققین نے بھی اس جذبۂ شہنشاہیت پر جنگ سے پہلے کے
آزاد زمانہ میں [illegible] خوب تنقید کی ہے اور جاپانیوں نے اپنی اس ناگزیر [illegible] کو

شنا ہے تنقیدی کتابوں میں پڑھا ہے لیکن اس کے ناقابل قبول اصول کو اپناتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے۔

جی۔ ڈی۔ ایچ اور ایم۔ آئی۔ کول بھی اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:-

"مغربی زعما کی نظروں اور خاصکر برطانوی اور فرانسیسی شخصیت پسند لوگوں کی نگاہوں میں یہ امر سیاسی خطرہ سے خالی نہیں کہ جاپان کے قومی رہنما ہر فرد شہری کو بلا چون وچرا خداوند رب جلیل معبود حقیقی بادشاہ۔ اور اُس کی دُنیا کے بادشاہت کے مرکز یعنی جاپانی تخت کا بلا عذر خاموش پرستار اور حقیر و ناچیز بلکہ حلقہ بگوش بندہ دیکھنا چاہتے ہیں .... دنیا کے سخت سے سخت کام کی انجام دہی جاپانیوں کا فرض ہے چاہے وہ سخت کام جان کی قیمت ہی پر کیوں نہ ہو بشرطیکہ معبود حقیقی شہنشاہ جاپان کو اس کام کی ضرورت ہو۔"

سات مختلف گروہ

ایسے ہی جاپانیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تمام ایشیا کو ایک خیال ایک سیاسی سلک اور ایک اخلاقی اصول پر اپنی جدوجہد سے جمع کر دیں گے تاکہ "نظام نو" کی انجام دہی میں رکاوٹیں پیدا نہ ہو سکیں لیکن یہ مبارک کام وہ اُسی وقت انجام دے سکتے ہیں جب تمام ایشیائی ممالک اُن کے زیرنگین ہو جائیں اور اُن کے باشندے شہنشاہ جاپان کے حلقہ بگوش بندے ہو جائیں۔ ایسی قوم کی طرف سے یہ دعوت کثر ایشیائی نادانوں کیلئے اس وجہ سے قابل قبول ہو سکتی ہے کہ جاپانی ملکی و قومی اتحاد کے جذبہ میں اپنے بادشاہ اور تخت سے عقیدت رکھتے ہیں اور من حیث القوم ان سب کا خدا انکا بادشاہ اور قبلہ شاہی تخت ہے اسلئے وہ سب متفق الخیال ہیں اور متحد ہیں اور چونکہ تمام عالم کو اتحاد و اتفاق کی سخت ضرورت ہے

ں لئے متفق اور متحد جاپانی قوم کی یہ دعوت قبول کی جانے کے قابل ہے۔ مگر شاید ان
بھولے بھالے ایشیائی لوگوں کو اس کا علم نہیں کہ باوجود اس کے کہ تمام جاپانی مذہبًا اور
یاسًا بظاہر ایک ہی مرکز پر جمع ہوتے ہیں مگر ان میں بھی اتفاق و اتحاد مفقود ہے۔ جاپانی
ات مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں۔

۱۔ منسیٹو۔ ۲۔ سیوکائی۔ ۳۔ لیبر۔ ۴۔ انڈپینڈنٹس۔
۵ شواکائی۔ ۶۔ کاگومن ڈوم۔ ۷۔ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے گروہ۔

واضح ہو کہ یہ ساتوں گروہ مختلف الخیال ہیں۔ اور موجودہ جاپانی کیبنٹ ان
رٹی بندیوں کا کھلا ہوا نمونہ ہے۔ نمائندہ حکومت کے ماتحت اور دوسری پارٹیاں بھی
یں جو کمزور ہیں مگر پارٹیاں کہی جاتی ہیں ۱۸۹۸ء تک صرف دو سیاسی گروہ تھے
یک جیوٹو دوسرا کیشیدو۔ لیکن آج دو کی جگہ سات گروہ ہیں۔ حکومت کے دو حصے ہیں
یک دارالعوام اور دوسرا دارالامرا۔ دارالعوام میں سات گروہ ہیں اور دارالامرا
رٹی بندیوں کا شکار ہے اس میں بھی چھ گروہ ہیں۔

۱۔ کیوکیوکائی ۴۔ جواکائی
۲۔ کوسی کائی ۵۔ ڈوسائی کائی
۳۔ کوپوکلب ۶۔ مشورد کوداں

ممکن ہے ان سیاسی اختلافات اور اندرونی پارٹی بازیوں کو آجکل کے تعلیم یافتہ
رقی نوجوان ملک کی سیاسی بیداری پر محمول کریں اور اس کو پارٹی بندی اور
الات کا حقیقی تصور نہ کریں۔ ایسے لوگوں کے لئے صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی
کا کہ جس قوم کا یہ خیال ہو کہ اس کا ہر فرد بادشاہ اور تخت کے لئے ہر وہ شے جو جان کی

قیمت سے ہی کیوں نہ حاصل ہو مہیا کرتا ہے۔ اور وہ بادشاہ کو اپنا معبود سمجھتا ہے تو پھر اسی واحد بادشاہ کی واحد بادشاہت میں بندگان شہنشاہ کو کوئی سیاسی اختلاف نہ رکھنا چاہیے کیونکہ شہنشاہ کا مقصد ایک ہی ہے کہ بادشاہت کی فلاح و بہبود ہو وہ کامیاب و روشن رہے اور اُس کی رعایا خوش حال آزاد اور فارغ البال رہے۔ بندگان خداوندی کا ایمان بھی وہ ہی جو اُن کے معبود کا مقصد۔ اس مقصد کو حاصل کرنے میں بندوں میں اختلاف ہونا بھی عجیب مضحکہ خیز ہے۔ کیا تمام جاپانی متحد و متفق ہو کر شہنشاہ جاپان کے منشا کے مطابق ہم خیال نہیں بن سکتے؟ بن سکتے ہیں بشرطیکہ حکومت اور بادشاہ سے اُنکی خوش اعتقادی کا یہ اعلان صحیح ہو۔ اس میں مکر و فریب یا دنیا داری کی جھلک نہ ہو۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمام مذہبی اور سیاسی خوش اعتقادیاں جاپان والوں کا محض دکھاوا ہے جس سے سنہری جال میں وہ دنیا کو پھنسانا چاہتے ہیں۔ اس مختصر بیان کے بعد ایک بڑا اہم سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ

"کیا مشرق کے لوگ جاپانیوں کے اعلان کردہ نام نہاد "آزادی" اور "نظامِ نو" کے بے سود لالچ میں جاپانیوں کے زیر اثر مسجدوں میں اپنے معبودِ حقیقی کو سجدہ کرنے اور مندروں میں روحانی پیشواؤں کی پوجا کرنے کے بجائے شہنشاہ جاپان کو جو عام انسانوں کی طرح عالم وجود میں آ کر دنیائے بےثبات سے فانی انسانوں کی طرح واپس جانے والا ہے سجدہ کریں گے۔ اُس کے سامنے جھکنا پسند کریں گے۔ اور جاپانیوں کے ظاہرہ اعتقاد کے مطابق خلوص و وفاداری کے سلسلہ میں جاپانی تخت کو خانۂ خدا سمجھیں گے اور بادشاہ کی الہامی طاقت اور تخت کی آسمانی برکت پر ایمان لاتے ہوئے انکو پاک و برتر تصور کریں گے"۔

جاپانی نظامِ حکومت پر نازیوں کا دیرینہ اثر

تمام تبدیلیوں کے مقابلہ میں جو تبدیلی جاپانی آئین میں لائی گئی اُسکا انحصار مغربی
ول پر ہے ۔ تمام قانونی تعلیمی صنعت و حرفت اور تجارت کے اصول اُسی وقت سے
وں کی منزلیں سرعت تیزی سے طے کرنے لگے جب سے نئی مرتب شدہ حکومت نے یورپ سے
ادانہ تعلقات شروع کئے۔ سن ۱۸۷۱ء میں مغربی طرز تعلیم پر قومی طریقہ تعلیم کا اجراء
مدارس کھولے گئے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج جاپان دنیا کے ادبی اور تعلیم یافتہ ممالک
شمار کئے جانے لگا ۔ ریلوے، تار، ڈاکخانہ جات اور قومی بینک وغیرہ سب یورپ کے
پر رائج کئے گئے ۔ کارخانہ جات میں اضافہ شروع ہوا پرانی صنعت و حرفت کی جگہ
نوں سے کام لیا جانے لگا اور اس نقالی کا انجام یہ ہوا کہ جنگ سے پہلے جاپان نے
صنعت اور تجارت سے تمام مشرقی ممالک کو چھا لیا ۔

مغربی اثرات میں سے جس اثر نے جاپان کو اس قابل بنا دیا کہ وہ آج مغرب کے
ں سے برسرِ پیکار ہے وہ یہ ہے کہ جاپان نے تمام مغربی طریقے حاصل کرکے اپنی فوج،
ری اور ہوائی طاقت کو پہلے سے ہزار گنا زیادہ مفید اور بہتر بنا لیا۔ ان ترقیوں
دعار کا سبب انگلستان۔ فرانس، جرمنی اور یو، ایس، اے۔ یعنی امریکہ ہے۔
ن سے لوگوں نے آکر مختلف شعبوں کی جاپانیوں کو تعلیم دی اور پھر جاپانیوں نے
طلباء ان ہی ممالک میں بھیج کر سائنس وغیرہ کے ماہر بنوا لئے۔ اور پھر یہ صرف

نصف صدی کی قلیل مدت میں ہوا۔

جاپان ایشیا کا پہلا ملک ہے جس نے ۱۸۹۰ء میں ہی مغربی ممالک کی طرح تحریری آئین کا ملکی حکومت میں اجرا کیا۔ اس وقت کا تیار کیا ہوا آئین اس وقت تک جاری ہے اس کو تقریباً نصف صدی سے قریب ہونے کو آتا ہے لیکن طرز حکومت وہ ہی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ انگلستان کی طرح جیسے اس پر ایک زمانے میں شخصی حکومت مثلاً نارمن اور ٹوڈر بادشاہوں کا دور دورہ تھا جاپان بھی اسی طرح ایک شہنشاہ کے زیر حکومت تھا۔ جہاں جاپان نے میدان عمل میں بڑھنے کا ذریعہ مغربی تعلیم، مغربی صنعت حرفت کی نقل قرار دیا وہاں اس نے اپنی سیاست کو بھی مغربی ممالک کے رنگ میں رنگ کر اچھا اور موثر بنانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ شہنشاہ سے عقیدت اور کورا تقلید اب بھی جاپانیوں کی ایک واحد مثال ہے۔ یہ بھی عجیب تماشہ کی بات ہے کہ جاپانی اپنے بادشاہ کو خالق اور اپنے کو مخلوق سمجھتے ہیں مگر مغربیت کا پھیلا ہو کہ اس نے اتنا اثر کیا کہ اب وہ ہی مخلوق اور رعیت جاپانی اپنے معبود اور خالق شہنشاہ سے تخت نشینی کے وقت حلف وفاداری بھی لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خیال ۱۸۶۸ء سے میگنا چارٹا کے اصول پر جاپان میں جاری ہوا۔ اور اسی اصول پر آئین جاپان کا پہلا یہ جزو بھی مرتب ہوا کہ ملکی مسائل کا فیصلہ عوام کی رائے سے ہوا کرے۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء میں شہنشاہ کے حکم سے اسمبلی کا تقرر کیا گیا۔ ۱۸۸۲ء کے زمانہ بہار میں شہنشاہ نے خود شاہزادہ ایٹو کو آئین بنانے کا حکم دیا اور چند دنوں کے بعد شاہزادہ ایٹو مع چند سکریٹریوں کے یورپ روانہ ہوا جہاں ڈیڑھ سال رہ کر یورپ کی تمام حکومتوں کا طریقہ حکومت دیکھا۔ چونکہ یورپ کا طریقہ شہنشاہیت پرستی کو فنا کرنے والا تھا اس لئے شاہزادہ ایٹو یہ چاہتا تھا کہ

کسی طرح شہنشاہ کا الہامی اور روحانی اقتدار بھی گھٹنے نہ پائے اور حکومت میں جمہوریت کے آثار بھی پیدا ہو جائیں۔ اس خیال کی تکمیل کے لئے جرمنی سیاسیات دانوں نے جاپان کے طرز حکومت پر غلبہ حاصل کیا۔ شہزادہ ایٹو نے پرشیا، بویریا، سیکسنی کے طرز حکومت کا جائزہ لیا اور اس کو کافی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اٹھارہ سو صدی میں جاپان نے اپنی فوج کی تربیت بھی جرمنی اصول پر شروع کی اور اسی زمانہ میں ترقی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

یہ ہی وہ منحوس گھڑی تھی جب جاپان نے جرمنی کے نقش قدم کو اپنا رہبر بنایا اور قریب قریب زندگی کے تمام شعبوں میں جرمنی اثرات نے قابو پانا شروع کیا۔ وجہ یہ تھی کہ پرانے جرمنی بھی رفتار و گفتار و مزاج و طبیعت۔ مکر و فریب میں جاپانیوں سے ملتے جلتے تھے اس لئے جاپانی فوراً ان کی تقلید اور نقل پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ آج بھی جب جرمنی کی اندرونی سیاست بدل چکی ہے۔ جاپانی ان ہی کی نقل اور تقلید کا دم بھرتے ہیں۔ پرانے جاپانی پرانے جرمنیوں کے ہم خیال تھے اور آج کے جاپانی ہٹلری نظام نو کے شیدائی ہیں۔ وہ آزادی خیال، تعلیم، انصاف، حکومت پرستی کی بجائے افراد پرستی میں ہٹلرزم کا دم بھر رہے ہیں۔ وہ جبر و ظلم۔ خود غرضی۔ ملک گیری کی ہوس مطلب براری کے لئے بنی نوع انسان کا بے دریغ خون بہانے اور دنیا پر دہشت انگیزیوں سے اپنی ہیبت کا سکہ جمانے میں حال کے نازی جرمنوں کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

آزادی خیال کے معاملہ میں یہ امر مسلمہ ہے کہ فی زمانہ جرمن اور جاپان میں آزادی خیال اور آزادی رائے کا بالکل وجود نہیں ہے۔ تمام اخبارات، رسالے، کتابیں، ڈرامے۔

موسیقی آرٹ، والریس اور فلم سب پروپیگنڈا کے وزیر ڈاکٹر گوئبلس کے زیر احتساب
کوئی چیز جس کو یہ محکمہ منظور نہ کرے شائع نہیں ہو سکتی مصنفین کو اپنی رائے کے صرف
اختیار نہیں وہ محکمہ نشر و اشاعت کے غلام ہیں اُن کو وہ ہی لکھنا ہے جس کی محکمہ نہ
ہدایت کرے یا اجازت دے۔ جرمنی میں غیر ممالک کے نشر کو سننا ایک سنگین جرم
اشتراکی اور جمہوریتی ادب بلا اجازت پڑھا نہیں جا سکتا مشہور یہودی النسل جرمن مصنف
مثلاً "ہین" وغیرہ کا کسی جگہ حوالہ نہیں دیا جا سکتا اور موجودہ ماہرین سائنس
مثلاً "فرائڈ" یا "آئینسٹائن" کی مطبوعات اور تصنیفات سرکاری طور پر ممنوع ہ
بالکل اسی طرح "اظہار خیال کی آزادی" پر جاپان میں بھی حکومت کا سخت پہرہ
جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے جس طرح تعلیم کے کل طریقوں کو جرمنی میں سختی کے
نازی مقاصد کا پابند کر دیا گیا ہے اُسی طرح جاپان میں بھی شاہی یونیورسٹی ٹوکیو
ماتحت تعلیم پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ جرمنی میں ہزاروں معلمین کو جن پر شبہ
بھی یہ شبہ گزرا کہ وہ نازیت سے ہمدردی نہیں رکھتے برخاست کر دیا گیا ہے نصاب
میں ایسی ترمیم کر دی گئی ہے کہ جنگ کی عظمت اور نازی نظریات پیش پیش ہیں
ابتدائی اور ثانوی تعلیم میں بچوں اور لڑکوں کو ہٹلر کی پرستش کے لئے تیار کیا جاتا
جاپان میں شہنشاہ جاپان کی پوجا کے درسیات دیئے جاتے ہیں۔ جرمنی میں پرانے
وطنی سرفروشوں اور گزرے ہوئے لوگوں کی طلبا کو ایک فہرست دی گئی ہے جن کا
کسی حالت میں طلبا اپنے سندی مقالوں میں بھی نہیں دے سکتے حالانکہ ان سرفروشوں
اور گزرے ہوئے لوگوں میں بیشتر ایسے لوگ ہیں جو علمی میراث کے درخشاں ستارے
ہیں مثلاً "اسپینوزا"، "کارل مارکس"۔ غرض جرمن طالب علم کو تنگ ور عائد کرد

ہیں روایات کا غلام بنایا جا رہا ہے۔ جاپان میں بھی طلبا پر اسی قسم کی پابندیاں ہیں۔
کا انصاف کے سلسلہ میں ہٹلر کا یہ بیباک دعویٰ ہے کہ قانون صرف اس کے
جو نسل اعلیٰ کی تجسیم ہے اور وہ جو جرمن قوم کے لئے مفید ہے قانون ہے" جاپان
میں بھی جو جاپان کے لئے مفید ہے وہ ہی قانون ہے۔ جرمنی میں اب مقدموں کی
منصفانہ پیروی کی ضرورت نہیں۔ حکومت جن کو باغی یا مجرم قرار دے اُس کی پیروی
بھی خطرناک ہے۔ جاپان بھی اسی قسم کی داغ بیل ڈال رہا ہے۔ وہاں بھی حکومت
کے مجرم کی پیروی جرم ہے۔

حکومت پرستی کا جہاں تک تعلق ہے نازیوں کی طرح جاپانیوں کی حکمت عملی کی
میں بھی ایک نہایت اہم مرکزی اصول " عام انسان سے مکمل نفرت " ہے۔
مثل نازیوں کے جاپانی دور کا لازمی فریضہ بھی فرد کی غیر اہمیت ہے۔ غریب
عوام الناس بے زبان بھیڑوں کی طرح صرف اسلئے ہیں کہ انکی رہنمائی کی جائے۔ "وہ
مٹی ہیں جسے لیڈر جس شکل یا سانچے میں چاہے ڈھال سکتا ہے" اسکی قوت استعمال
ناقابل اظہار عنصر ہے منتخب حکمران طبقہ برسر اقتدار ہے ہٹلر کی حکومت مغربی تہذیب
کی جمہوری اور لبرل تخیل کو فنا کرتی ہے اور جاپانی طرز حکومت مشرق کی حقیقی آزادی
کو خاکستر بناتی ہے۔ حکومت کی خاموش اطاعت ہی عوام کا نظریہ ہونا چاہیئے۔
یہی وہ بنیاد ہے جس پر جاپانی اور نازی سوسائٹی کے قانون اور جمعیت کی تعمیر ہوئی ہر
فرد و جگہ مرد کو اغراض ریاست کے لئے تعلیم دی جاتی ہے وہ ریاست کیلئے زندہ رہتا ہے
اور ریاست کے کام کرتا ہے۔ ہر حال کے جرمنی میں ایک جزو لازم ہے وہ یہ کہ عورت
وہی جگہ پر ریاست کے لئے بچے پیدا کرتی ہے۔

جنگ سے پہلے بھی یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ مغربی ممالک میں سب سے زیادہ دہشت انگیز جرمن قوم سے منسوب ہیں اور چینی و جاپانی لڑائی سے مہذب قوموں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ مشرق میں جاپان اسی عبرتناک صفت کا حامل ہے۔ آج بھی نازی پارٹی دہشت کے ذریعہ سے حکومت کرتی ہے اور اسکے ہتھیار خفیہ پولیس (گسٹاپو) اور نظر بندوں کے کیمپ ہیں۔ جرمنی میں اول الذکر کی سرگرمیاں غیر محدود ہیں۔ لوگوں کو دہشت کے ذریعہ سے حکومت کا مطیع بنانا حکومت کی کامیابی ہے۔ ۳۰ جون ۱۹۳۴ء کی رات تشدد اور دہشت کے سلسلہ میں جرمنی تاریخ میں ایک یادگار رات ہے جب ہٹلر اور گورنگ نے انتہائی بھیانک حالات کے ماتحت اپنے ہزاروں مقلدین کو جن میں نازی پارٹی کے سرفروش ممبر بھی تھے صرف ایک معمولی ارادے شبہ پر کسی نامعلوم سازش کے جرم میں قتل کرا دیا اور ان ہی ہٹلر اور گورنگ نے ان غریب بے بس جماعت کے خون ناحق کی قیمت پر اپنی دا حد اور ذاتی تمنا پوری کر لی۔ جاپان میں اکثر ایسا ہی ہوا ہے۔ اس کے اندرونی اور ملکی دہشت انگیزیوں سے بیرونی دہشت انگیزیاں زیادہ المناک اور قابل عبرت ہیں۔

غرض حال کے جرمنوں اور جاپانیوں کا پرانا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ساتھ انتہائی وسیع اور ناقابل علیحدگی ہے۔ موجودہ جنگ عظیم کی تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مغرب میں نازی اور مشرق میں جاپانی اپنے مظالم انتہا کو پہونچا چکے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ اپنے حرص و ہوس کی پیاس بجھانے کیلئے ایک تو بہادر روسیوں کی سیاہی میں منہمک ہے اور دوسرا جانباز غیور چینیوں کا خون سفاکانہ انداز میں بہا رہا ہے۔ دونوں وقتی کامیابیوں سے شاداں ہیں لیکن ان کو اس آنیوالے زمانے کی خبر نہ تھی جب مغربی قومیں جو آج نازی بربریت کے آہنی شکنجہ میں کسی جا چکی ہیں تھوڑی آزادی اور سکون قلب حاصل کرتے ہی

نازیت اور اُسکے انسانیت کش طریقوں سے باقاعدہ اپنی بیزاری کا اعلان کریں گی اور مشرق کے باشندے جاپانی درندگی کی باقاعدہ دھجیاں اُڑائیں گے جس کشمکش کے بعد دونوں کو بیک وقت ابدی تنزل کی منزلیں طے کرنا ہوں گی۔ نہ یہ دور دورہ ہوگا نہ ایسے بہیمانہ مظاہروں کی قوت ہوگی ۔

جاپانیوں اور نازیوں کے دیرینہ تعلقات متذکرہ بالا صفحات سے ظاہر ہوگئے اُن کی گہری دوستی کے نتائج جنگ کے روزمرہ واقعات سے ظہور میں آتے رہتے ہیں جس سے ان دو قوموں کے متحدہ نصب العین کا پتہ چلتا ہے یہ امر آفتاب کی طرح عالم پر روشن ہے کہ عرصہ سے یہ دونوں قومیں اسی فکر میں تھیں کہ کسی طرح مغرب کے ممالک نازیوں کے ماتحت اور مشرق کے باشندے جاپانیوں کے غلام ہو کر رہیں۔ ان پڑوسی دشمنوں نے اپنے اپنے قرب وجوار کے لوگوں کو اُنکے وسائل زندگی اُنکے ذرائع معاش سے اُن کو محروم کردینے کی ٹھانی ہے۔ اور یہ طے کر رکھا ہے کہ پڑوسی اقوام کے قبضہ کی معدنیات اُن کے قبضہ میں آجائیں تاکہ صنعت وحرفت اور تجارت ان سب سے غریب چھوٹی چھوٹی اقوام محروم ہو جائیں اور ان سب پر نازی ایک جانب اور جاپانی دوسری جانب حاوی ہو جائیں۔ ایسا ہی ہو بھی رہا ہے۔ ڈنمارک اپنے سرسبز خطہ کی پیداوار۔ پولینڈ، ناروے۔ زکیوسلوکیا۔ اسٹریا۔ بلجیم اور ہالینڈ اپنی اپنی معدنیات کوئلے، لوہے، مٹی کے تیل کی کھانوں سے مغرب میں محروم کئے جا چکے۔ مشرق میں مجمع الجزائر بورنیو سلیبس۔ جاوا سماترا۔ ملایا وغیرہ کی مصالحوں کی تجارت نے غلہ۔ ربڑ وغیرہ کی پیداوار اور ٹین و پیٹرول کے معدنی خزانوں پر مشرق میں ڈاکہ پڑ چکا۔ ہاں یہ طرفہ یہ کہ احتجاج کی آواز پر غریب انسانوں کا بے دریغ خون

بہایا جا رہا ہے - ملک گیری اور عالمگیر حکومت کی ہوس پوری کی جارہی ہے اور مسلسل صرف اسی امر کی کوشش ہے کہ مستقبل کی اقتصادی اسکیم جو دشمن پہلے سے تیار کر چکے ہیں کامیاب ہوں جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے یہ بات فکر رکھنے کے قابل ہے کہ بلجیم، ہالینڈ، رومانیہ، ڈنمارک، فرانس وغیرہ نازیوں کے شدائد کی گواہی دے رہے ہیں اور سیام انڈوچائنا ملایا وغیرہ جاپانیوں کے نار و امظالم سے سرد آہیں بھر رہے ہیں اور دوسرے پڑوسی ممالک کے لئے عبرت کی مثال پیش کر رہے ہیں -

ہندوستان کے نظام حکومت میں نئی تبدیلی

نتیجہ میں جب ہر پہلو سے یہ ثابت ہو گیا کہ جاپان اپنے پڑوسیوں کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے تو ایسے پڑوسی دشمن سے بچنے کے لئے اقوام متعلقہ کو موثر تدابیر سوچنے اور اُن پر تیزی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اگر دشمن مکمل طور پر قابو پا گیا اور اُسکو اپنا سکہ جمانے کا موقع مل گیا تو پھر کوئی تدبیر بن نہ آ سکے گی - چین تو دلیری سے اور شاندار انداز میں اپنی ملکی آزادی کے لئے پڑوسی دشمن کا مقابلہ کر رہا ہے اب جاپان کے مظالم سے نیم زخمی ہندوستان کو بھی اپنی پوری قوت سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے - وقت بہت نازک ہے ملایا اور برما کے بے دست و پا افراد مصائب کا نشانہ بن چکے وہ ابتک بیچ د آلام کے بارے مردہ ہیں اور خدا جانے کب تک آخری سانسیں لیتے رہیں گے - اُنکے مصائب ہندوستان کیلئے عبرت کا سبق ہیں - اب جبکہ حدود آسام پر غریب ہندوستانی دشمنوں کے شدائد کا نشانہ بن رہے ہیں - چٹاگانگ پر خاموش اور پر امن شہری ہوائی حملوں سے موت کے گھاٹ اُتارے جا رہے ہیں

اور قتل و غارت کا پیغام ہے۔ دستان کے دروازے پر یہ بانگ دہل سنایا جا رہا ہے
ملکیوں کو کسی قسم کی نظامی تبدیلی کی تمنا کرنے یا اُسکے طلب کرنے کا وقت نہیں ہے
دشمن برابر موقع کا متلاشی ہے اگر آئین حکومت میں ایسے نازک موقع پر کوئی ایسی تبدیلی
واقع ہوئی جو ملک اور اُس کی مختلف نظریوں کی حامل سیاسی جماعتوں کو ایک مرکز پر جمع
کر کے ہمخیال و متحد نہ بنا سکی تو کمزوری اور انتشار سے فائدہ اُٹھا کر دشمن ضرور حملہ آور
ہوگا اور اختلافات باہمی ہی اُس کو کامیاب بنا دیگا جس کے بعد ملک کو صدیوں تک
مزید غلامی کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ پھر حصول آزادی کی کوئی سبیل نظر نہ آئیگی مصلحت وقت
یہی ہے کہ پڑوسی دشمن سے مقابلہ کرنے والوں کا پورا پورا ہاتھ بٹایا جائے تاکہ اُن کو
دشمن کی ناروا قوتیں سلب کرنے میں کامیابی ہو۔ واضح رہے کہ آزمودہ دشمن غیر آزمودہ
دوست سے کہیں زیادہ بہتر و افضل ہے۔ خدا نہ کرے کہ کسی ایسی دوسری قوم کا مادر وطن
پر تسلط ہو جس کو ملک کے لوگ سمجھنے اور پرکھنے میں مزید نصف صدی خرچ کریں۔

آج ہندوستان ہر شعبہ زندگی کے لحاظ سے ایک ناقابل برداشت ابتلا کے
دور سے گزر رہا ہے۔ اللہ وہ وقت نہ لائے جب اُس کے بے دست و پا لوگوں کو کسی
ناقابل مقابلہ ہیجانی تبدیلی سے مقابلہ کرنا پڑے۔ لیکن یہ وبا صرف دعا سے دور نہ ہو سکیگی
اس وقت اتحاد عمل کی ضرورت ہے تاکہ ایک مضبوط متحد محاذ قائم ہو سکے۔ اختلافات
کی خلیج دور ہونا چاہیئے اور بسم اللہ کہہ کر دشمن پر متفقہ مدافعانہ حملہ کرنا اور نتیجہ
خدا کے سپرد کرنا چاہیئے۔ فقط

باہتمام بی، بی، کپور
مطبع منشی نولکشور پریس لکھنؤ
سنہ ۱۹۷۳ء